وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے

ثبوتِ علمِ غیب میں شاندار علمی تحقیق

تقریرِ مُنیر

از

محدثِ اعظم، حجۃ الاسلام، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی

مہتمم انوار العلوم وصدر ادارہ "تصنیف و تالیف" ملتان

ناشر

غلام مصطفٰے رضوی سعیدی (مولوی فاضل، فاضل انوار العلوم ملتان)

ملنے کا پتہ

اسلامی کتب خانہ متصل مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان

قیمت - ۳۷ پیسے (۶ آنے)

پیش لفظ

ناظرینِ کرام! مقامِ مسرت ہے کہ ادارہ "تصنیف و تالیف" ملتان نہایت محنت اور جانفشانی سے محدثِ اعظم، حجۃ الاسلام، غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی شیخ الحدیث مدرسہ انوار العلوم ملتان و صدر ادارہ تصنیف و تالیف کی مایہ ناز تصانیف شائع کر کے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتا رہتا ہے۔ اِسی سلسلہ میں مسئلہ علمِ غیب پر حضرت صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شاندار تقریر شائع کی جا رہی ہے۔ جس میں مسئلہ علمِ غیب پر وارد ہونے والے اعتراضات کے مُسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور اپنے مسلک کی شاندار توضیح کی گئی ہے۔

بار سوم ۱۰۰۰

ناشر
فقیر غلام مصطفےٰ رضوی سعیدی
(مولوی فاضل)

بعد الحمد والصلوٰۃ

●

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علوم غیبیہ جزئیہ (بعض علم غیب) ثابت ہونے میں آج تک کسی مسلمان نے اختلاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھی تغییر العنوان میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ "یہاں اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔" معلوم ہوا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علوم غیبیہ ماننا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ البتہ اہلسنت اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے اولیاء اللہ کو بھی علوم غیب میں سے کچھ حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ معتزلہ اس کے منکر اور اہل سنت قائل ہیں۔ اہل سنت اس امر پر بھی متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں خصوصاً سید المحبوبین آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوبِ خمس میں سے بہت سے جزئیات کا علم عطا فرمایا۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا، وہ ہمارے نزدیک بد مذہب خائب و خاسر ہے۔

اب اس مسلک کو یجیے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا استثناء جمیع جزئیات خمس کا علم (جس میں تعیین وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے)

اور روزِ اوّل سے آخر تک مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْن مندرجہ لوحِ محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اہل سنت کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ لیکن جو لوگ محض بغض و عناد کی وجہ سے اس وسعتِ علم کا انکار کرتے ہیں اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعوذ باللہ گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں یا گستاخوں کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر ان میں ناپاک تاویلیں کرکے ان توہینوں پر راضی ہوتے ہیں ۔۔۔ وہ اہل سنت کجا مسلمان بھی نہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے العیاذ باللہ بغض و عناد رکھنا یا ان کی شانِ مقدس میں توہین کرنا کفرِ خالص ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ مِنْہُ۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ اقدس کے بارہ میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا علم دیا۔ اور تمام علوم مندرجہ لوحِ محفوظ نیز اپنی ذات و صفات کی معرفت سے متعلق بہت اور بے شمار علوم عطا فرمائے۔ جمیع خمسہ کا علم دیا جس میں خاص وقتِ قیامت کا علم بھی شامل ہے۔ احوالِ جمیع مخلوقات تمام ما کان وما یکون کا علم عطا فرمایا۔ لیکن بایں ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عطائی ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی و قدیم، سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں۔ علمِ الٰہی غیر متناہی ہے اور علمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متناہی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۔ پارہ ۳ رکوع ۵

اور وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) غیب پر بخیل نہیں۔

نیز فرمایا :-

فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ پ ۲۹ سورۃ جن

اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر سوائے اپنے رسولوں کے کسی کو مسلط نہیں فرماتا۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ پ ۱۴ سورۃ نحل

اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ پر کتاب اُتاری جو ہر شئے کو بیان کرنے والی ہے !

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا پ ۵ سورۃ النساء

اور سکھایا تجھے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم وہ جو تو نہیں جانتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بڑا فضل ہے !

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ پ ۴ سورۃ آل عمران

اور نہیں ہے اللہ کہ اے لوگو تمہیں غیب پر مطلع فرمائے اور لیکن اللہ تعالیٰ برگزیدہ کر لیتا ہے (غیب کی اطلاع دینے کیلئے) اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے

بخاری شریف میں حدیث ہے :-

عن طارق بن شہاب قال سمعت عمر رضی اللہ عنہ

طارق بن شہاب نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا

يقول قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه۔

فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، اور ہمیں ابتدائے آفرینش عالم سے خبر دینی شروع فرمائی۔ یہاں تک کہ جنتی جنت میں داخل ہو گئے اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔ اس بیان مبارک کو جس نے (جتنا) یاد رکھا یاد رکھا اور اسے جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عینی شرح بخاری جلد ۷ ص ۲۱۴ اور ۲۱۵ پر ارقام فرماتے ہیں:۔

والغرض انه اخبر عن المبدأ والمعاش والمعاد جميعا۔

غرض یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کے مبداء اور معاش اور معاد سب کی خبر دی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

وفيه دلالة على انه اخبر في المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتدائها الى انتهائها وفي ايراد ذالك كله في مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة وكيف وقد

اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام احوال کی خبر دی۔ ابتداء سے انتہا تک اور ایک ہی مجلس میں اس کا وارد فرمانا خوارق عادت سے امر

است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آں"

تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ سے!

پھر یہی شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ شریف میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نفخہ اولیٰ بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز بعضے از اں احوال خبر داد"

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نفخۂ اولیٰ کے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب منکشف فرما دیا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک حضور علیہ السلام کو معلوم ہو گئے اور اپنے صحابہ کو بھی حضور علیہ السلام نے ان میں سے بعض احوال کی خبر دی۔

نیز فرماتے ہیں۔ وھو بکل شیئ علیم ط

"و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا ست بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمود۔ و

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاننے والے ہیں تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی شانوں سے اور احکام الٰہی سے اور احکام صفات حق و اسماء و افعال اور آثار سے! اور تمام علوم ظاہر و باطنی اول و آخر سب کا حضور نے احاطہ کر لیا۔ اور

مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ۔ علیہ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التحیات اتمھا واکملھا۔

فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہو گئے۔ ان پر افضل ترین صلوٰۃ اور اتم واکمل ترین تحیّات ہوں۔

آیۂ کریمہ وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاءِ شہیدا کے تحت تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے:۔

لان روحہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شاھد علیٰ جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اوّل ماخلق اللّٰہ روحی۔

یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب! ہم ان سب پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُوحِ انور تمام عالم میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس ان کی نظرِ اقدس سے مخفی نہیں ہے۔ اسی لئے تو یہ سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے۔ کہ شاہد کے لئے مشاہدہ ضروری ہے) اس مشاہدہ کا سبب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میری روحِ اقدس کو پیدا فرمایا۔

جب حضور سب سے پہلے پیدا ہوئے تو باقی جو کچھ ہوا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ہوا۔

لہذا ان سے کسی چیز کا پوشیدہ رہنا کیونکر متصوّر ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:۔

العارف ینجذب الی حین الحق فیصیر عبد اللہ فتجلی لہ کل شیٔ۔

(حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، جو سید العارفین ہیں، کی شانِ اقدس کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جبکہ) عارف کا یہ حال ہے کہ جب وہ بارگاہِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف کھنچ جاتا ہے اور مقرّبِ بارگاہ ایزدی قرار پاتا ہے تو اس کے لئے ہر شے روشن ہو جاتی ہے۔

مواہب لدنیہ جلد اوّل صہ ۶۵ پر امام قسطلانی فرماتے ہیں:۔

وقال بعضھم لیس فی الآیۃ دلالۃ علی ان اللہ تعالیٰ لم یطلع نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حقیقۃ الروح بل یحتمل ان یکون اطلعہ اللہ ولم یأمرہ ان یطلعھم وقد قالوا فی علم الساعۃ نحو ھذا واللہ اعلم۔ انتھی

اور بعض علماء اعلام نے فرمایا کہ آیت کریمہ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ میں اس بات پر دلالت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں فرمایا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع

فرمایا ہو اور آپ کو اس بات کا امر نہ فرمایا ہو کہ آپ دوسروں کو مطلع فرمائیں۔ اور علم قیامت کے متعلق بھی انھوں نے ایسا ہی کہا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم دے کر اس کے بتانے کا حکم نہ فرمایا ہو۔

امام قرطبی شارح مسلم اور امام قسطلانی شارح بخاری اور ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ نے اپنی شروح میں ارقام فرمایا اور امام قرطبی کی عبارت امام بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری نے عینی جلد اول ص ۳۲۷ پر نقل فرمائی ہے۔

فمن ادعی علم شئ منھا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ

یعنی مغیبات خمس میں سے جو کوئی کسی شے کے علم کا دعوی کرے اور اس علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں غیب جانتے ہیں اور اذن الٰہی سے اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں جب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ان کے علم کا دعوے کرنے والا کاذب ہونے سے بچے گا۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبد العزیز مسعود حسنی رضی اللہ عنہ سے ان کا ملفوظ شریف روایت کرتے ہیں۔

هو صلی اللہ علیہ وسلم لا یخفی علیہ شیئٌ من الخمس المذکورۃ فی الآیۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذالک والاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی ھو سبب کل شیئ ومنہ کل شیئ۔

یعنی آیت کریمہ میں جو مغیبات خمس مذکور ہیں ان میں سے کوئی شئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں اور یہ چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتی ہیں۔ حالانکہ حضور کی امت شریفہ کے سات قطب ان مغیبات خمس کو جانتے ہیں۔ حالانکہ وہ غوث سے مرتبہ میں نیچے ہیں۔ پھر غوث کا کیا کہنا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پوچھنا جو تمام اولین وآخرین سارے جہان کے سردار ہیں اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر چیز انہیں سے ہے۔

علامہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر صاوی جلد ۴ صہ ۲۴۵ پر آیہ کریمہ یسئلونک عن الساعۃ ایّان مرسٰہا کے تحت ارقام فرماتے ہیں:۔

وھذا قبل اعلامہ بوقتہا فلا ینافی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتی اعلمہ اللہ بجمیع مغیبات الدنیا

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت قیامت کا علم دینے سے پہلے ہے۔ لہذا آیت کریمہ کا مضمون اس مسلک کے خلاف ہرگز نہیں

والآخرة ولکن امر بکتم اشیاء منها کما تقدم التنبیه علیہ غیر مرۃ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو دنیا و آخرت کے تمام مغیبات نہ بتا دیے۔ لیکن ان میں سے بعض چیزوں کے چھپانے کا حکم حضور کو دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ہماری اس کتاب میں بار بار اس پر تنبیہہ گزر چکی ہے۔

علامہ عشماوی کتاب مستطاب عجب العجاب شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں۔

قیل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوتی علمہا (ای الخمس) فی آخر الامر لکنہ امر فیہا بالکتمان وھذا القول ھو الصحیح۔

یعنی کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں ان پانچوں غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا۔ مگر ان کے چھپانے کا حکم تھا۔ اور یہی قول صحیح ہے۔

قرآن و حدیث و ارشادات علمائے مفسرین و محدثین و حضرات عارفین سے ہم نے اپنا مسلک ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات اور ساری کائنات کے جمیع احوال کا علم عطا فرما دیا۔ اور تصریحات علمائے اعلام سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ قرآن و حدیث کے نصوص میں جو عموم ہے اس میں مغیبات خمس شامل ہیں۔ اور صحیح مسلک یہی ہے۔

اب ان آیات کو سامنے رکھ لیجیے جن میں غیر اللہ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ اپنے بیان میں ہم اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیبیہ غیر متناہی ہیں اور حضور سرور عالم کے علوم متناہی ظاہر ہے کہ متناہی غیر متناہی کا بعض ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام علوم جمیع علوم غیر متناہیہ کا بعض ہیں۔

یاد رکھئے! جب آپ ہمارے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس کے متعلق لفظ "کل" دیکھیں تو اس سے کل غیر متناہی نہ سمجھیں بلکہ "کل مخلوقات" (جو متناہی ہے) اور اس کے علاوہ معرفت ذات وصفات کا علم کہ وہ بھی بالفعل متناہی ہے۔ ہماری مراد ہوگا۔ ورنہ علم الٰہی کی بہ نسبت ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو "کل" نہیں کہتے۔ کیونکہ علم الٰہی محیط الکل اور غیر متناہی ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کل غیر متناہی کا بعض ہیں تو بعض علم غیب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنے میں ہمارا اور دیوبندیوں کا اختلاف نہ رہا۔ کیونکہ وہ بھی بعض علوم غیبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا بعض بہت ہی کم ہے اور ہمارا البعض اُن کے مقابلہ میں بہت زیادہ لیکن مطلق بعض علوم غیبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ماننے میں ہم اور وہ دونوں مشترک ہیں۔ جیسا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی عبارت تغییر العنوان سے ہم عرض کر چکے ہیں۔

اس تفصیل کو سمجھ لینے کے بعد گزارش ہے کہ آیات نفی علم غیب جس طرح ہمارے مسلک کے خلاف ہیں بالکل اسی طرح دیوبندیوں کے بھی خلاف ہیں۔ اپنے مذہب کو صحیح کرنے کے لئے جو جواب دیوبندی دیں گے، ہماری طرف سے بھی وہی جواب سمجھ لیں۔

اب اس جواب کی تفصیل سُن لیجئے۔ آیات نفی علم غیب نفی علم بالاستقلال یا علم محیط غیر متناہی پر محمول ہیں۔ ورنہ آیاتِ قرآنیہ میں تعارض ہوگا کہ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ "وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) غیب پر بخیل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اپنے غیب خاص پر مسلط فرماتا ہے۔ اور تمہیں غیب پر اطلاع نہیں دیتا۔ لیکن اطلاع علی الغیب کے لئے اپنے رسولوں کو چُن لیتا ہے۔" اور دوسری جگہ یہ فرماتا ہے کہ "زمین آسمان میں کوئی غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیب کا علم بھی کسی کو نہیں۔ یہ صاف تعارض و تناقض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایسے اختلاف اور تعارض و تناقض سے پاک ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس میں اختلاف و تناقض نہیں پایا جاتا۔ قال اللہ تعالیٰ :-

ولو کان من عند غیر اللہ	اگر قرآن مجید غیر اللہ کی طرف سے ہوتا
لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً	تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

اب ہم اپنے اس دعوے پر کہ آیات نفی میں علم استقلالی اور علم محیط الکل حقیقی کی نفی غیر اللہ سے کی گئی ہے مفسرین و علمائے راسخین کی

تصریحات پیش کرتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے :۔

لا اعلم الغیب تکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ۔

آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو علم غیب بالاستقلال (بذات خود) ہو وہ اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

تفسیر انموذج جلیل میں ہے :۔

معناہ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ

آیت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب غیر متناہی کو محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے

جامع الفصولین میں ہے :۔

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام و المنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون الخ

یعنی آیات نفی علم غیب عن غیر اللہ تعالیٰ و آیات ثبوت علم غیب لغیر اللہ تعالیٰ میں اس طرح توفیق ممکن ہے کہ آیات نفی علم بالاستقلال یعنی علم ذاتی پر محمول ہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کسی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ یا وہ علم جس کے ساتھ جزم کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور جو ظنی ہو وہ بغیر وحی و الہام کے غیر اللہ کو بھی ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ ظن سے پاک ہے۔ اور غیب کا یقینی علم اس کی طرف سے وحی و الہام کے بغیر ناممکن ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں اور علامہ شہاب الدین

خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں :۔

(هذه المعجزة) ...... فی
اطلاعه صلی اللہ علیہ وسلم
علی الغیب (معلومة علی القطع)
بحیث لا یمکن انکارها او التردد
فیها لاحد من العقلاء .....
لکثرة رواتها واتفاق معانیها
علی الاطلاع (علی الغیب) وهذا
لا ینافی الآیة الدالة علی انه
لا یعلم الغیب الا اللہ وقوله لو
کنت اعلم الغیب لاستکثرت
من الخیر فان المنفی علمه من
غیر واسطة واما اطلاعه صلی اللہ
علیہ وسلم باعلام اللہ تعالیٰ
لهٗ فامر متحقق لقوله تعالیٰ
فلا یظهر علی غیبه احداً
الا من ارتضیٰ من رسول ط

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ
علم غیب یقیناً ثابت ہے جس میں
کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش
نہیں کہ اس کے ثبوت میں احادیث
کثیرہ وارد ہوئیں اور ان سب سے
بالاتفاق حضور کا علم غیب ثابت ہے
اور یہ ان آیتوں کے کچھ منافی نہیں
جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب
نہیں جانتا اور یہ آیت کہ "اے اللہ کے
رسول کہہ دو اگر میں غیب جانتا تو
بہت خیر جمع کر لیتا"۔ اس قسم کی
تمام آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
معجزہ علم غیب کے اس لئے منافی
نہیں کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے
جو اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے ہو،
اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا سوا اپنے پسندیدہ

رسولوں کے!

ردالمحتار میں صاحب ہدایہ کی مختارات النوازل سے منقول ہے۔

لوادعی الغیب بنفسہ یکفر

"اگر کوئی شخص بذات خود علم حاصل کر لینے کا دعوے کرے تو کافر ہے"

بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں فتاوی قاضی خاں کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نکاح کا گواہ بنا کر نکاح کیا تو وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب مانا۔ اس کا جواب شامی میں اس طرح مذکور ہے:۔

قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول اھ قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع

یعنی فتاوی تتارخانیہ اور حجۃ میں فرمایا کہ ملتقط میں ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح میں گواہ کرنے والا کافر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اشیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کی جاتی ہیں اور بیشک رسولوں کو (علوم الہیہ غیر متناہیہ کا) بعض علم (متناہی) حاصل ہے۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر سوائے اپنے پسندیدہ

علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الآیۃ علی نفیہا۔

رسولوں کے سوا کسی کو مسلط نہیں فرماتا (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا کہ بعض علم غیب کا ہونا اولیاء اللہ کی کرامت سے ہے (اور معتزلہ نے اس آیۃ سے اولیاء کے علم غیب کا انکار کیا) ائمہ اہلسنت نے ان کا رد فرمایا کہ آیت کریمہ میں غیب خاص کا ذکر ہے۔ جو غیر رسول کو نہیں دیا جاتا۔ یا یوں کہئے کہ بواسطہ رسول کسی کو علم غیب حاصل ہونے کی نفی آیت کریمہ میں نہیں ہے۔

تفسیر جمل شرح جلالین اور تفسیر خازن میں ہے:۔

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالیٰ

یعنی آیہ کریمہ میں جو ارشاد ہوا، کہ فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

یہاں تک ہم نے ائمہ تفاسیر اور علماء راسخین معتمد علیہم کی تصریحات نقل کرکے ثابت کردیا کہ نفی علم غیب کی آیتوں کا مطلب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے کسی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ کل علم غیر متناہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ کسی کے لئے ثابت نہیں اور آیات ثبوت علم غیب کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اللہ کے رسولوں کو علم غیب حاصل ہے۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام کا علم خواہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ اور مخلوقات کے جمیع احوال کو محیط ہو جیسا کہ حضور

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہے) لیکن اس کے باوجود بھی وہ تنہا ہی بالفعل اور محدود ہے۔ علم الٰہی کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب جب عوام کی طرف ہوتا ہے تو ان سے حضور ان کی عقول کے مطابق ہی کلام فرماتے ہیں۔ اس لئے اس کو ظاہر پر محمول کرنا اور دوسرے دلائل سے قطع نظر کر لینا مردِ عاقل کے شایانِ شان نہیں۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

(قل لا اقول لكم) لم يقل ليس عندي خزائن الله ليعلم ان خزائن الله وهي العلم بحقائق الاشياء وماهياتها عنده صلى الله تعالى عليه وسلم في قوله ارنا الاشياء كما هي ولكنه يكلم الناس على عقولهم (ولا اعلم الغيب) اي لا اقول لكم هذا مع انه قال صلى الله عليه وسلم علمت ما كان وما يكون مختصراً

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی فرما دو، کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں) اور وہ خزانے کیا ہیں؟ "تمام اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ملنے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا، "اور میں غیب نہیں جانتا" — یعنی تم سے

نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں، کہ مجھے ماکان وما یکون کا علم ملا۔ یعنی جو کچھ گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ انتہیٰ

علامہ نیشاپوری کے اس نورانی بیان سے منکرین کے واہی شکوک داوہام کا اچھی طرح قلع قمع ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ احسانہ

اس مضمون کی تکمیل کے لئے ضروری تھا کہ منکرین کے بعض شبہات جو اس مسئلہ میں وہ پیش کرتے ہیں، خوب تفصیل سے زائل کئے جاتے لیکن قصداً اختصار کے باوجود مضمون طویل ہو گیا۔ اس لئے اب زیادہ بسط و تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مگر اجمالاً ان کے تمام شکوک کا ازالہ مختصر عبارت میں کرتا ہوں۔ اگر غور سے کام لیا گیا تو انشاء اللہ العزیز یہ اجمال ہی تفصیل کا کام دے گا۔

پہلا شبہ یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کے جمیع احوال کا علم تھا تو بعض حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی کا اظہار کیوں فرمایا۔ یا ایسے کام کیوں کئے جس سے لاعلمی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کے معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی ظاہر فرمائی۔ یا حضرت صدیقہ کے ہار کا واقعہ عدم علم کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح خیبر میں ایک یہودیہ کا بکری کے شانہ میں زہر ملا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دینا اور حضور کا اس میں سے کچھ کھا لینا۔ اسی طرح ستر قاریوں کا کفار

کے ساتھ بھیجنا اور اُن کی شہادت کا واقعہ وغیرہ۔ جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علم میں نہیں۔

ان تمام اعتراضوں کا جواب یہ ہے

۱۔ اوّل یہ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو ماکان ومایکون کا علم ثابت کرتے ہیں وہ تدریجاً ہے۔ اس لئے جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فلاں بات کا علم حضور کو آخر عمر شریف تک نہ دیا گیا اس وقت تک ہمارا دعویٰ باطل نہیں ہو سکتا۔

رہا قیامت کا وہ واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصیحابی، اصیحابی فرما کر اپنی طرف بلائیں گے اور اُس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم، انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہوگا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے جو دلیل ثبوت علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمایئے یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں ؎ "علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔"

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی صہ ۲۴۹ میں منکرین کی بھی پیشی

کردہ حدیث بایں الفاظ میں موجود ہے:۔

فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک — یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیئے۔

"ما شعرت" جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا۔ نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارک سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے۔ اس لئے جب ایک روایت میں ہمزہ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے۔ اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں۔ وہاں محذوف ماننا پڑے گا۔ مثلاً "انک لاتدری" والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے۔ اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ "أانک لاتدری" کیا آپ نہیں جانتے؟!...... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا۔ کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے۔ حضرت ابراہیم کا مقولہ "ھٰذا ربی" میں مفسرین نے "اھٰذا ربی" فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے۔ لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں۔

اگر "انک لاتدری" والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو "اما شعرت" والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا۔ جو

کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہے، ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:۔

عرضت علی اعمال امتی حسنھا و قبیحھا۔ — میری امت کے تمام اچھے اور برے اعمال مجھ پر پیش کئے گئے۔

اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں داخل تھے۔ ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

جب اُمت کے تمام اعمال حسنہ اور اعمال قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے وہ بھی ضرور پیش ہوا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ "اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے تھے۔ آپ کو معلوم تو ہے پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے رہے ہیں!

"یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لئے بٹھا دیا جائے۔ تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار

اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے۔ جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے!

ساقئ کوثر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر رونق افروز ہیں۔ اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گزرتی ہے۔ حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے۔ مگر اُس وقت دریائے جُود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور تام ہے۔ اس لئے ان کی بد اعمالیوں کی طرف خیالِ مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطفِ عمیم اور کرم جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں۔

"اصیحابی! اصیحابی"

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ اما شعرت ما احدثوا بعدک پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بد اعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:۔

"سحقا، سحقا" "انہیں دور لے جاؤ! دور لے جاؤ!!"

طالبِ حق کے لئے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کیلئے یہ بیان کافی ہے۔

منکرین کا ایک شبہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ روزِ قیامت شفاعت کے موقع پر جب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
حاضری دوں گا اور طویل سجدہ کروں گا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنے چند محامد
مجھے تعلیم فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ معلوم ہُوا کہ حضور کو تمام
ماکان وما یکون کا علم نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو حدیث پاک
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقتِ علم کی نفی نہیں فرمائی۔ ارشاد
فرمایا۔ لا تحضرنی الآن۔ وہ محامد اس وقت میرے ذہن اقدس
میں حاضر نہیں۔ کسی بات کا ذہن میں حاضر نہ ہونا عدم علم کو مستلزم نہیں۔
ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کا علم ہو، مگر کسی وقت اس کا استحضار نہ ہو۔
اور اگر لا تحضرنی الآن کے یہی معنی کیے جائیں کہ اس وقت مجھے
معلوم نہیں تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ وقتِ وصال تک ان کا علم
نہ ہوگا۔ بہر نوع اس حدیث سے بھی ہمارے مسلک پر کوئی اعتراض
وارد نہیں ہوتا۔

رہا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کے
علم کا تو بخاری شریف میں اسی حدیث افک میں یہ الفاظ موجود
ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

واللہ ما علمت علی اھلی	خدا کی قسم! میں نے اپنے اہل مقدس
الا خیرا۔	پر بجز خیر کے کچھ نہیں جانا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم قسم ارشاد فرما
کر اپنے علم کا اعلان فرما رہے ہیں۔ مگر منکرین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی قسم پر بھی یقین نہیں آتا۔

اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ کی طرف سے توجہ کو کم کر دینا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ اس تہمت کے بعد غیرتِ محمدیہ کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک یہ معاملہ اللہ کی طرف سے صاف نہ ہو۔ اُس وقت تک سرکار توجہ میں کمی فرمائیں۔ تاکہ کسی دشمن کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غمگین ہونا بھی اس وجہ سے تھا، کہ حضور حضرت صدیقہ کی بے گناہی کا یقین رکھتے تھے۔ صدمہ تو یہی تھا کہ بے گناہ پر تہمت لگی۔ اگر ان کی بے گناہی کا علم نہ ہوتا تو اِس قدر صدمہ بھی نہ ہوتا۔ اگر آج ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کو بے گناہ پھانسی پر لٹکا دیا گیا تو ہمیں ضرور صدمہ ہوگا۔ اور اگر اُس کی بے گناہی کا علم نہ ہو تو اس قدر صدمہ بھی نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ کے معاملہ کی تفتیش خود علم حاصل کرنے کے لئے نہیں فرمائی بلکہ حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کو ان مسلمانوں کے ذہن میں قائم کرنے کے لئے فرمائی جو مسلمان ہونے کے باوجود تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے۔ جب ان کے دلوں میں حضرت صدیقہ کی طرف سے بدگمانی راسخ ہو چکی تھی تو بمقتضائے فطرتِ بشریہ یہ بات قرینِ قیاس تھی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے

بذاتِ خود صدیقہ کی پاکی پر زور دیں تو شاید وہ سرکار کے حق میں بھی بدگمان ہو جائیں اور یہ خیال کریں کہ ان کی عزت کا معاملہ ہے۔ اس لئے اس طرح فرما رہے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اس معاملہ میں زور نہیں دیا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ ہمارے حق میں بدگمان ہو کر کفر و ارتداد تک پہنچ جائیں۔ یہاں یہ شبہ کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا ان اصحاب نے بھی سنا ہوگا۔ پھر بھی یہ اپنی بدگمانی پر قائم رہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو یہ ثابت نہیں کہ بدگمانی کرنیوالے صحابہ نے یہی جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور اگر بالغرض سنا بھی ہو تو اپنے قیاس سے اس کو محض حسنِ ظن پر محمول کیا ہوگا۔

بہرحال اس تحقیق و تفتیش کی حکمت صرف یہ تھی کہ اسباب عادیہ یا لوجہ طبائع بشریہ کے ذریعہ حضرت صدیقہ کی پوزیشن کو بدگمانی کرنے والے مسلمانوں کے ذہن میں بھی واضح اور صاف کر دیا جائے اور منافقین پر بھی حجت قائم کر دی جائے کہ دیکھو اتنی تحقیق کے بعد بھی کوئی برائی ظاہر نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی برائی پائی ہی نہیں جاتی۔

ایک مہینہ یا اس سے زائد تک اس معاملہ کو طول دینے کی حکمت بھی یہی تھی کہ اگر جلدی سے معاملہ ختم کر دیا جاتا تو لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات رہ جاتے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی کے مطابق معاملہ کو طول دیا کہ جس طرح چاہو اس طویل عرصہ میں واقعات کی

چھان بین کر لو۔ جب کوئی بُرائی موجود ہی نہیں تو ظاہر کہاں سے ہو گی!

دیکھئے اگر کسی پر تہمت لگائی جائے کہ تم نے ہمارے سو روپے چرا لئے ہیں، اور وہ شخص متہم کو اپنے کپڑوں کی تلاشی دینے لگے اور اپنے گھر اور سامان کی ایک ایک چیز لا کر دکھا دے اور لوگوں سے دریافت کرائے کہ بھائی، تم نے میرے پاس سو روپے دیکھے ہیں؟ تمہیں علم ہے بھائی! تم بتاؤ میں نے کبھی چوری کی ہے؟ تو اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اس تحقیق کرنے والے کو اپنا حال معلوم نہیں؟ کیا یہ خود اپنا علم حاصل کرنے کے لئے معاملہ کو طول دے کر اس کی تحقیق کر رہا ہے؟

نہیں نہیں! بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اچھی طرح اس معاملہ کی تحقیق نہ کرائی گئی تو میری بے گناہی واضح نہ ہو گی، اور لوگوں کے دلوں میں میری طرف سے بدگمانی باقی رہے گی۔

بالکل یہی معاملہ یہاں تھا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ کی پاکی کا یقین تھا مگر ان حکمتوں کے پیشِ نظر بے توجہی اور تحقیق و تفتیش کرائی گئی اور معاملہ کو طول دیا گیا تاکہ حضرت صدیقہ کی پاکدامنی ہر طریقہ سے ظاہر ہو جائے اسی حکمت کے تحت ان کی براءت قرآن مجید میں تاخیر سے نازل ہوئی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیقہ! اگر تم سے کوئی گناہ ہوا ہے تو تم توبہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے، حضرت صدیقہ اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ حضور خود علم حاصل کرنے کے لئے یہ بات نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ دوسروں کے اذہان کو میرے حق میں بدگمانی

سے پاک فرمانے کے لئے یہ کلمات طیبات ارشاد ہو رہے ہیں۔ لہذا جواب میں جمع کے صیغے بولتی ہیں۔ اور ایسے الفاظ فرماتی ہیں جن کے مخاطب حقیقتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو ہی نہیں سکتے۔ فرماتی ہیں :۔

انی واللہ لقد علمت لقد سمعتم هذا الحدیث حتی استقر فی انفسکم وصدقتم به فلئن قلت انی بریئة لاتصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللہ یعلم انی منه بریئة لتصدقنی فواللہ لا اجد لی ولکم مثلا الا ابا یوسف حین قال فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون (بخاری شریف جلد ثانی صفحہ ۵۹۶)

خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے اور اگر تمہارے سامنے کسی ایسے امر کا اقرار کر لوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو مجھے سچا مان لو گے! تو خدا کی قسم جب میرے اور تمہارے لئے سوائے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اور مثل نہیں۔ جب انہوں نے یہ فرمایا کہ

فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ط

خدا کے لئے ان الفاظ پر غور فرمایئے کہ یہ بات تمہارے دلوں میں قرار پکڑ چکی ہے، اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ کیا اس کلام کے مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں؟ کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں نعوذ باللہ حضرت صدیقہ کی برائی بیٹھ چکی تھی؟ کیا حضور نے اس کی تصدیق

فرما دی تھی؟ جو لوگ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منکر ہیں، وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حضور نے تو قسم کھا کر ارشاد فرمایا تھا کہ واللّٰہ ما علمت علیٰ اھلی الاخیرا۔ اس کلام کو اگر حسنِ ظن پر بھی محمول کر دیا جائے تب بھی حضرت عائشہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ ظن ثابت ہوگا۔ حسنِ ظن کے ساتھ ان کی بُرائی کا دل میں بیٹھ جانا اور اس کی تصدیق کر دینا کیسے جمع ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ نے اگرچہ بظاہر حضور کو مخاطب بنایا، مگر اپنے اس خطاب کا رُخ ان ہی لوگوں کی طرف رکھا جو منافقین کے بہکاتے میں آکر مسلمان ہونے کے باوجود تہمت لگانے میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور ان کے دل میں حضرت صدیقہ کی طرف سے بُرائی بیٹھ گئی تھی۔ اور انہوں نے تہمت لگا کر اس کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ اگر اس کلام کے مخاطب حضور علیہ السّلام ہوں، تو نعوذ باللہ حضور بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہوں گے۔ کیونکہ کسی پر بُرائی کی تصدیق کرنا ہی تہمت ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک ہیں۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث نقل کی:-

ما زنت امرأۃ نبی قط — کسی نبی کی بیوی نے کبھی بے حیائی کا کام نہیں کیا

حضرت ابنِ عباس ایسی بات جو عقل سے وراء الوراء ہے اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے، یقیناً حضور علیہ السّلام سے سُن کر فرما رہے ہیں۔ لہذا حدیث حکماً مرفوع ہوئی۔

اس حدیث میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے امر کا بیان فرمایا جو لوازمات نبوّت سے ہے اور وہ یہ کہ کسی نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کی بیوی بدکار ہو وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہوتا ہے، اور اس کی بات بالکل حقیر ہوتی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں ایسے شخص کی بات کا کوئی وزن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ اس میں ذرا بھی حیا کا مادہ ہے تو وہ لوگوں کے سامنے مُنہ نہیں دکھا سکتا۔ حضرات انبیاء علیہم السّلام ہدایت خلق اور پیغاماتِ ربّانی پہنچانے کے لئے دُنیا میں مبعوث ہوتے ہیں نعوذ باللہ وہ ذلیل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو ذلت کے اسباب سے محفوظ رکھتا ہے۔ نہ ان کی بات حقیر ہو سکتی ہے۔ اگر نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے ایسی ناشائستہ حرکات سرزد ہوں تو وہ کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ ایسی صورت میں احکامِ الٰہی کی تبلیغ کس طرح ہو سکتی ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام کی بیویوں سے بے حیائی متصوّر نہیں۔ بعض انبیاء کی بیویاں کافر ہوئیں لیکن بے حیا نہیں ہوئیں۔ کفر تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ مگر اس میں فحش اور بے حیائی نہیں۔

جب آپ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ انبیاء کی پاکدامنی اور عفت کا لازمۂ نبوّت ہونا بیان فرمایا ہے، تو اب اس امر پر غور فرمائیے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقہ کی پاکی میں کس طرح شک فرما سکتے ہیں۔ اگر صدیقہ کی پاکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یقینی نہ ہو تو پھر اپنی نبوّت بھی نعوذ باللہ سرکار کے نزدیک یقینی نہ رہے گی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نبوّت پر ایمان ہے اور حضور یہ بھی جانتے ہیں کہ نبی کی

بیوی پاک ہوتی ہے تو ان دونوں کے ملانے سے نتیجہ واضح ہو جاتا ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقہ کی پاکی میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا کیونکہ صدیقہ کی پاکی میں شک خود حضور کی اپنی رسالت میں شک کو مستلزم ہے۔ اور حضور اپنی رسالت میں شک کرنے سے بالکل پاک ہیں۔ لہٰذا صدیقہ کی پاکی میں شک کرنے سے بھی حضور قطعاً پاک اور مبرّا ہیں۔

اس کے بعد دوسرے شبہات کو لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سم آمیز گوشت کیوں کھایا۔ ستر قاریوں کو جنہیں دھوکہ سے شہید کر دیا گیا تھا کیوں بھیجا۔ حضرت صدیقہ کے ہار کا حال کیوں نہ معلوم ہوا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے متعلق ایک جواب تو ہم پہلے دے چکے دُوسرا جواب یہ ہے

کہ اس قسم کے تمام وقائع کو لاعلمی پر محمول کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں جب "کل" اور "ما" وغیرہ الفاظ عموم قرآن و حدیث میں وارد ہو چکے، اور ان میں کسی قسم کی تخصیص شارع علیہ السّلام کی طرف سے نہیں ہوئی تو ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ ان واقعات کو اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی پر محمول کریں۔ کیا یہ جائز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت و مصلحت کی بنا پر کسی امرِ خاص کی طرف سے حضور کی توجہ ہٹا دے یا کوئی خاص بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلا دے۔

کسی حکمت کی بنا پر (خواہ ہم اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ذہول و نسیان کا طاری ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ یہ شان

اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ ذہول و نسیان عدم توجہ وغیرہ سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ایک یہ فرق بھی ہے کہ علم الٰہی میں کسی قسم کا تغیر جائز نہیں، اور حضور کے علم میں زیادتی ذہول و نسیان جائز ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہار کی طرف سے حضور کے ذہول میں یہ حکمت تھی کہ صحابہ، جن کے پاس اس سفر میں پانی نہ تھا اور اس وقت تک تیمم کا حکم بھی نہ آیا تھا۔ ہار کی گمشدگی کے باعث بے وضو نماز پڑھنے کے مرحلہ تک پہنچ جائیں اور ان کے لئے مجبوری کی وہ حالت پیدا ہو جائے جو تیمم جائز ہونے کی شرط ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ تیمم کا حکم نازل فرمائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اگر یہ واقعہ ظہور پذیر نہ ہوتا تو اس کے ساتھ جن احکام شرعیہ کا تعلق تھا وہ کیسے مرتب ہوتے۔

ستر قاریوں کی شہادت جو ان کے حق میں عظیم الشان کمال تھا کیونکر ظاہر ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان کے واقعۂ شہادت سے نہ ہٹا دیتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر ذہول طاری نہ ہوتا تو زہر کا ایک لقمہ حضور کیسے تناول فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کے اثر سے شہادت کا جو کمال حاصل ہوا وہ اسباب ظاہری میں کیسے حاصل ہوتا؟

ہمارے اس بیان سے آپ کے سوال پر بھی روشنی پڑ گئی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم ہر وقت ہے یا نہیں؟ ہر چیز سے مراد تو وہی جمیع مخلوقات از ابتدا تا دخول جنت و نار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے

بیان کر چکے ہیں۔ غیر متناہی اشیاء ہرگز مراد نہیں۔ اور ہر وقت علم حاصل ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر چیز کی طرف توجہ بھی ہر وقت رہے ہم بتا چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ذہول ونسیان جائز ہے۔ اور یہ امر بالکل محتاج بیان نہیں کہ ذہول ونسیان علم کے منافی نہیں، بلکہ یہ امور مثبت علم ہیں۔ کیونکہ جو چیز معلوم ہی ہو۔ اس کی طرف سے توجہ کا ہٹنا یا اُسے بھول لینا متصوّر ہی نہیں۔

رہا یہ امر کہ عدم توجہ اور نسیان کے بعد لاعلمی ہوگی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عدم علم ثابت ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چیز کی طرف توجہ نہ رہنا یا اس کا بھول جانا لاعلمی کو مستلزم نہیں۔ اگر ایسا ہو تو ایک دفعہ بھولی ہوئی چیز کبھی یاد ہی نہ آئے۔ لیکن یہ تمہاری بھولی ہوئی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ اگر بھول کی وجہ سے علم زائل ہو جاتا تو وہ بات کبھی یاد نہ آتی۔ اسی طرح ایک امرِ معلوم کی طرف سے توجہ ہٹنے کے بعد جب اس کی جانب توجہ مبذول ہوتی ہے۔ تو وہ امرِ معلوم اجنبی معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کی حیثیتِ معلومیہ وہی ہوتی ہے، جو پہلے تھی۔ یہ بھی بقائے علم کی دلیل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بُرے علم جیسے جادو وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق نہیں، مگر انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ علم فی نفسہٖ مذموم نہیں۔ البتہ اس میں عمل کی طرف سے بُرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر علوم فی نفسہٖ بُرے ہوں تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا عالم ہے۔ نعوذ باللہ، اس کی ذاتِ پاک کی طرف بُرائی منسوب ہوگی۔ یہاں ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا

ہے کہ حضور کا علمِ غیب وحی کے ذریعہ تھا۔ جو بات جبرائیل علیہ السلام نے بتادی وہ حضور کو معلوم ہو گئی۔ اس علم کو غیب کیونکر کہا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وحیِ الٰہی اور تعلیم ایزدی کے ذریعہ حاصل ہوا۔ لیکن وحیِ الٰہی کو صرف جبریل علیہ السّلام کے پیغام میں منحصر سمجھنا کسی طرح صحیح نہیں۔ وحیِ الٰہی حضور کو خواب میں بھی ہوتی تھی۔ حدیث پاک میں وارد ہے :-

رؤیا الانبیاء وحی — انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی ہے۔

وحی القاء کے ساتھ بھی ہوتی تھی۔ یعنی قلبِ اطہر میں کسی بات کا ڈال دینا اور حقیقت یہ ہے کہ جبریل علیہ السّلام قرآن کریم ضرور لائے لیکن علمِ قرآن حضرت جبریل کے واسطہ کا محتاج نہیں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب اللدنیہ شریف جلد ثانی ص ۳۹ پر ایک طویل حدیث نقل فرمائی۔ جس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

وعلمنی القرآن فکان جبریل علیہ الصلوٰۃ والسّلام یذکرنی بہ — یعنی اللہ تعالیٰ نے (شبِ معراج) مجھے تمام قرآن مجید تعلیم فرمایا۔ تو جبریل علیہ السلام مجھے وہ قرآن یاد دلاتے تھے۔

یہ بات قرآن وحدیث کی روشنی میں بالکل غلط ہے کہ جو جبریل علیہ السّلام نے جو بات حضور کو بتادی حضور کو معلوم ہو گئی، ورنہ نہیں!

دیکھئے بخاری شریف، مسلم شریف، مسند امام احمد وغیرہ کتبِ احادیث میں باسانید متعددہ یہ حدیث مروی ہے کہ :-

انی لاراکم من خلفی کما اراکم من بین یدای — میں تمہیں اپنے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے سے دیکھتا ہوں

اور محدثین نے تخصیص کو رد فرما کر عموم کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نور نبوت عطا فرمایا ہے۔ اس کے ذریعہ علم کا حاصل ہونا یہ بھی تعلیم ایزدی میں شامل ہے۔ جس کے ادراک کا ذکر حدیث سابق میں آپ نے پڑھا۔ نیز حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی جلد اوّل صہ ۵۱۸ پر ویکون الرسول علیکم شہیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

یعنی "و باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ کدام است پس او می شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است" انتہیٰ

اور زرقانی شریف جلد اول صہ ۲۰۱۱ پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:۔

و رابعہا ان لہ صفۃ بہا یدرک بہا ما سیکون فی الغیب — یعنی نبی میں چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کی ذات میں ایک ایسا نور (یعنی

نورِ نبوت) ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ان باتوں کا ادراک کرتا ہے جو غیب میں آئندہ ہونے والی ہیں۔

مواہب لدنیہ میں اور شفاء قاضی عیاض میں ہے :-

النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب — یعنی نبوت کے معنی یہ ہیں کہ غیب کا جاننا

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کتاب عقائد تالیف حضرت شیخ ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں :-

نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب ط — ہم اعتقاد کرتے ہیں کہ بندہ ترقی مقامات پاکر روحانی صفت تک پہنچتا ہے۔ اس وقت وہ غیب جانتا ہے!

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں حضرت ابو سلیمان درانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں :-

الفراسۃ مکاشفۃ النفس ومعاینۃ الغیب — فراست نفس کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کو کہتے ہیں۔

الیواقیت والجواہر میں امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

للمجتہدین القدم الراسخ فی علوم الغیب — مجتہدین کے لئے علوم غیبیہ میں مضبوط قدم ہے۔

ان عبارات سے ایک تو یہ امر واضح ہو گیا کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حصولِ علوم جبریل علیہ السلام کا محتاج بتاتے ہیں، وہ جھوٹے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع علوم بعطائے الٰہی ہیں اور

عطائے الٰہی جبریل علیہ السّلام کے واسطہ میں منحصر نہیں، بلکہ اس کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوّت بھی عطیہ الٰہیہ ہے۔ جس کے ذریعہ حضور تمام امورِ غیبیہ کا مشاہدہ فرمارہے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نورِ نبوّت کا فیض ایسا عام ہے کہ اولیاء امت بھی اس فیض سے بہرہ اندوز ہیں۔

دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پر لفظ غیب کا اطلاق ناجائز سمجھتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔

دیکھئے عبارت منقولہ بالا میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضور کے غلاموں پر بھی علم غیب کا اطلاق موجود ہے۔ اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جبکہ دیوبندیوں کی عبارات میں اس اطلاق کے ناجائز ہونے کا حکم دیکھتا ہوں، حالانکہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تغیر العنوان کے ص۱۸ پر لکھتے ہیں کہ "حضور کے علوم غیبیہ جزئیہ کمالات نبوّت میں داخل ہیں۔ اس کا انکار کون کرتا ہے"۔ اس عبارت میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علم غیبیہ کہہ کر مولوی اشرف علی صاحب نے تصریح کردی کہ حضور کے علم کو علم غیب کہنا جائز ہے۔" وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ ط

فہرست کتب کتب خانہ مہریہ ملتان

غزالیٔ زمان حضرت العلامہ
سید احمد سعید شاہ کاظمی کی تصنیفات

- انفاس العارفین (فارسی) (از شاہ ولی اللہ) ۴ روپے
- نفی الظل والفیٔ ۷۵ پیسے
- میلاد النبی ۶۳ ״
- کتاب التراویح ۶۳ ״
- السعید کا معراج نمبر ایک روپیہ
- السعید کا حیات النبی نمبر ۱/۲۵ ״
- تقریح المقال (تیسرا ایڈیشن) ۲۱ پیسے
- اسلام اور عیسائیت ۲۵ ״
- حجیت حدیث ۱۹ ״
- تسکین الخواطر ۲ روپے
- الحق المبین در بیان عقائد اہلسنت وجماعت ایک روپیہ

مؤرخ اسلام ماہر تدریس حضرت
مولانا فیض محمد صاحب عطا قادری بھکر (میانوالی)
کی دو مقبول ترین کتابیں۔

- درۃ التاج فی سنۃ المعراج ۲ روپے
- سرور العباد فی بیان میلاد ۱/۶۳ ״

دیگر کتابیں

- حدیقۃ الاخیار ترجمہ گلشن ابرار ۲/۵۰ ״
- فتویٰ مہریہ (اردو جلد اول) ۳/- ״
- سیف ہاشمی ۱۹ پیسے
- نماز سعیدی مترجم ۱۹ ״
- فرائد النور ۶۳ ״

(نعتیہ کلام مولوی، سلام
مناقب کا بے نظیر مجموعہ
(نعت خوانوں کے لیے بیش بہا تحفہ)

ملنے کا پتہ

کتب خانہ مہریہ، کچہری روڈ، ملتان شہر

(ہمدرد پرنٹنگ پریس ملتان میں چھپی)

اعطی جوامع الکلم مع ذلک انتہی۔ — عظیم ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوامع الکلم بھی دیئے گئے ہیں۔

ایسے ہی ایک حدیث مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۳۳ پر حضرت عمرو بن الاخطب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد سے سورج غروب ہونے تک تمام گزشتہ اور آئندہ کے حالات بیان فرما دیئے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۷۰ پر بروایت دارمی و ترمذی دو حدیثیں مروی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے مبارک سینہ میں پائی۔ پس میں نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ میرے لیے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ حدیث مبارک فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تحت حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:۔

° پس دانستم ہر چہ در آسماں ہا و ہر چہ در زمیں ہا بود عبارت — پس جان لیا میں نے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں تھا۔ یہ عبارت ہے